بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# انٹرنیشنل

مارچ 2017ء

جمادیُ الثانی/رجب ۱۴۳۸ھ


## عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت، کا ترجمان

حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؒ مدعی نبوت نہیں مجدد صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔


### مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد


## فہرست مضامین


1: کلامِ امام۔ (فرمودات حضرت مسیح موعودؑ) --- 2

2: ڈاکٹر سر محمد اقبال اور جماعت احمدیہ از غلام نبی مُسلم ---- 4

3: اصلاح رسوم (جماعت احمدیہ لاہور کا آئندہ دستور العمل) — 6


حضرت مولانا محمد علیؒ کا یہ خطبہ غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ کیا ہم زندگی کے اصل نصب العین کو بھول تو نہیں گئے؟

## ضروری اعلان

حضرت امیر جولائی کے آخر میں انگلستان تشریف لا رہے ہیں اور ۱۳ اگست تک انگلستان میں قیام فرمائیں گے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اِس موقع سے فائدہ اُٹھائیں اور جوق در جوق انکی مجالس میں حصہ لے کر رونق کو دوبالا کریں اور اُن کی صحبت سے مستفید ہوں۔

## نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

www.virtualmosque.co.uk پر

### پروگرام واوقات

| | |
|---|---|
| جمعہ-انگریزی | 13:00 |
| درس-بعد از جمعہ انگریزی | 13:30 |
| ماہانہ اجلاس-انگریزی-ہر ماہ پہلی اتوار | 15:00 |
| عیدین-انگریزی | 11:00 |

### پنجاب ریڈیو

| | | |
|---|---|---|
| عیدین-پنجابی | 13:00 | سکائی چینل نمبر 130 |

### سکائپ

| | | |
|---|---|---|
| تقاریر اور تبادلہ خیالات- | ہر اتوار | 09:00 |

سکائپ آئی ڈی

Lahori-Ahmadi


## عالمگیر (ذیلی مرکز)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

پتہ برائے خط وکتابت

15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: info@aaiil.uk

# کلامِ امام

خُدا تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کرنے والے اُس شخص سے مشابہت رکھتے ہیں جو اوّل دور سے آگ کی روشنی دیکھے اور پھر اُس سے نزدیک ہو جائے یہاں تک کہ اُس آگ میں اپنے تئیں داخل کر دے اور تمام جسم جل جائے اور صرف آگ ہی باقی رہ جائے اسی طرح کامل تعلق والا دن بدن خُدا تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ محبت الٰہی کی آگ میں تمام وجود اُس کا پڑ جاتا ہے اور شعلۂ نُور سے قالب نفسانی جل کر خاک ہو جاتا ہے اور اُس کی جگہ آگ لے لیتی ہے یہ انتہا اس مبارک محبت کا ہے جو خُدا سے ہوتی ہے یہ امر کہ خُدا تعالیٰ سے کسی کا کامل تعلق ہے اس کی بڑی علامت یہ ہے کہ صفات الٰہیّہ اس میں پیدا ہو جاتی ہیں اور بشریّت کے رزائل شعلۂ نُور سے جل کر ایک نئی ہستی پیدا ہوتی ہے اور ایک نئی زندگی نمودار ہوتی ہے جو پہلی زندگی سے بالکل مغائر ہوتی ہے اور جیسا کہ لوہا جب آگ میں ڈالا جائے اور آگ اُس کے تمام رگ وریشہ میں پورا غلبہ کرے تو وہ لوہا بالکل آگ کی شکل پیدا کر لیتا ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ آگ ہے، گو خواص آگ کے ظاہر کرتا ہے اِسی طرح جس کو شعلہ محبت الٰہی سر سے پیر تک اپنے اندر لے لیتا ہے وہ بھی مظہر تجلّیات الٰہیہ ہو جاتا ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ خُدا ہے بلکہ ایک بندہ ہے جس کو اُس آگ نے اپنے اندر لے لیا ہے اور اس آگ کے غلبہ کے بعد ہزاروں علامتیں کامل محبت کی پیدا ہو جاتی ہیں کوئی ایک علامت نہیں ہے تا وہ ایک زیرک اور طالب حق پر مُشتبہ ہو سکے بلکہ وہ تعلق صدہا علامتوں کے ساتھ شناخت کیا جاتا ہے۔(نوٹ:- ایک بڑی علامت کامل تعلق کی یہ ہوتی ہے کہ جس طرح خُدا ہر ایک چیز پر غالب ہے اِسی طرح وہ ہر ایک دشمن اور مقابلہ کرنے والے پر غالب رہتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ 58-21- منہ)۔ منجملہ ان علامات کے یہ بھی ہے کہ خدائے کریم اپنا فصیح اور لذیذ کلام وقتاً فوقتاً اس کی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے جو الٰہی شوکت اور برکت اور غیب گوئی کی کامل طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ایک نُور اس کے ساتھ ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنّی نہیں ہے۔ اور ایک ربّانی چمک اس کے اندر ہوتی ہے اور کدُورتوں سے پاک ہوتا ہے اور بسا اوقات اور کثر اور اغلب طور پر وہ کلام کسی زبردست پیشگوئی پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کی پیشگوئیوں کا حلقہ نہایت وسیع اور عالمگیر ہوتا ہے اور وہ پیشگوئیاں کیا باعتبار کمیّت اور کیا باعتبار کیفیت بینظیر ہوتی ہیں کوئی ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتا اور ہیبت الٰہی ان میں بھری ہوئی ہوتی ہے اور قدرت تامہ کی وجہ سے خدا کا چہرہ ان میں نظر آتا ہے اور اس کی پیشگوئیاں نجومیوں کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ ان میں محبوبیت اور قبولیت کے آثار ہوتے ہیں اور ربانی تائید اور نصرت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور بعض پیشگوئیاں اس کے اپنے نفس کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض اپنی اولاد کے متعلق اور بعض اس کے دوستوں کے متعلق اور بعض اس کے دُشمنوں کے متعلق اور بعض عام طور پر تمام دنیا کے لئے اور بعض اس کی بیویوں اور خویشوں کے متعلق ہوتی ہیں اور وہ امُور اس پر ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں پر ظاہر نہیں ہوتے اور وہ غیب کے دروازے اس کی پیشگوئیوں پر کھولے جاتے ہیں جو دوسروں پر نہیں کھولے جاتے خُدا کا کلام اس پر اسی طرح نازل ہوتا ہے جیسا کہ خُدا کے پاک نبیوں اور رسُولوں پر نازل ہوتا ہے اور وہ ظن سے پاک اور یقینی ہوتا ہے۔ یہ شرف تو اُس کی زبان کو دیا جاتا ہے کہ کیا باعتبار کمیّت اور کیا باعتبار کیفیت ایسا بے مثل کلام اُس کی زبان پر جاری کیا جاتا ہے کہ دُنیا اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اُس کی آنکھ کو کشفی قوّت عطا کی جاتی ہے جس سے وہ مخفی در مخفی خبروں کو دیکھ لیتا ہے اور بسا اوقات لکھی ہوئی تحریریں اُس کی نظر کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور مُردوں سے زندوں کی طرح ملاقات کر لیتا ہے اور بسا اوقات ہزاروں کوس کی چیزیں اُس کی نظر کے سامنے ایسی آجاتی ہیں گویا وہ پیروں کے نیچے پڑی ہیں۔

ایسا ہی اس کے کان کو بھی مغیبات کے سننے کی قوّت دی جاتی ہے اور اکثر اوقات وہ فرشتوں کی آواز کو سن لیتا ہے اور بیقراریوں کے وقت اُن کی آواز سے تسلی پاتا ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ بعض اوقات جمادات اور نباتات اور حیوانات کی آواز بھی اُس کو پہنچ جاتی ہے۔

فلسفی کو منکر حنانہ است
از حواس انبیاء بیگانہ است

اِسی طرح اُس کی ناک کو بھی غیبی خوشبو سونگھنے کی ایک قُوت دی جاتی ہے اور بسا اوقات وہ بشارت کے امُور کو سُونگھ لیتا ہے اور مکرُوہات کی بدبُو اُس کو آجاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اُس کے دل کو قُوت فراست عطا کی جاتی ہے اور بہت سی باتیں اُس کے دل میں پڑ جاتی ہیں اور وہ صحیح ہوتی ہیں علیٰ ہذا القیاس شیطان اُس پر تصرف کرنے سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ اُس میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں رہتا اور بباعث نہایت درجہ فنافی اللہ ہونے کے اُس کی زبان ہر وقت خدا کی زبان ہوتی ہے اور اُس کا ہاتھ خُدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور اگرچہ اُس کو خاص طور پر الہام بھی نہ ہو تب بھی جو کچھ اُس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اُس کی طرف سے نہیں بلکہ خُدا کی طرف سے ہوتا ہے کیونکہ نفسانی ہستی اُس کی بکلّی جل جاتی ہے اور سفلی ہستی پر ایک موت طاری ہو کر ایک نئی اور پاک زندگی اُس کو ملتی ہے جس پر ہر وقت انوار الٰہیہ منعکس ہوتے رہتے ہیں۔

اِسی طرح اُس کی پیشانی کو ایک نُور عطا کیا جاتا ہے جو بجز عشاق الٰہی کے اور کسی کو نہیں دیا جاتا اور بعض خاص وقتوں میں وہ نُور ایسا چمکتا ہے کہ کافر بھی اُس کو محسوس کر سکتا ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ وہ لوگ ستائے جاتے اور نصرت الٰہی حاصل کرنے کے لئے خُدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ پس وہ اقبال علی اللہ کا وقت اُن کے لئے ایک خاص وقت ہوتا ہے اور خُدا کا نُور اُن کی پیشانی میں اپنا جلوہ ظاہر کرتا ہے۔

ایسا ہی اُن کے ہاتھوں میں اور پیروں میں اور تمام بدن میں ایک برکت دی

جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کا پہنا ہوا کپڑا بھی متبّرک ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات کسی شخص کو چھُونا یا اس کو ہاتھ لگانا اس کے امراض روحانی یا جسمانی کے ازالہ کا مُوجب ٹھہرتا ہے۔

اِسی طرح ان کے رہنے کے مکانات میں بھی خُدائے عزّوجل ایک برکت رکھ دیتا ہے۔ وہ مکان بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے خُدا کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اِسی طرح اُن کے شہر یا گاؤں میں بھی ایک برکت اور خصوصیت دی جاتی ہے اِسی طرح اس خاک کو بھی کچھ برکت دی جاتی ہے جس پر اُن کا قدم پڑتا ہے۔

اِسی طرح اس درجہ کے لوگوں کی تمام خواہشیں بھی اکثر اوقات پیشگوئی کا رنگ پیدا کر لیتی ہیں یعنی جب کسی چیز کے کھانے پینے یا پہننے یا دیکھنے کی بشدّت ان کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ خواہش ہی پیشگوئی کی صورت پکڑ لیتی ہے۔ اور جب قبل از وقت اضطرار کے ساتھ اُن کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ چیز میسر آجاتی ہے۔ اسی طرح ان کی رضامندی اور ناراضگی بھی پیشگوئی کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ پس جس شخص پر وہ شدّت سے راضی اور خوش ہوتے ہیں اس کے آئندہ اقبال کیلئے یہ بشارت ہوتی ہے اور جس پر وہ بشدت ناراض ہوتے ہیں اس کے آئندہ ادبار اور تباہی پر دلیل ہوتی ہے کیونکہ بباعث فنافی اللہ ہونے کے وہ سرائے حق میں ہوتے ہیں اور ان کی رضا اور غضب خُدا کا رضا اور غضب ہوتا ہے اور نفس کی تحریک سے نہیں بلکہ خُدا کی طرف سے یہ حالات ان میں پیدا ہوتے ہیں۔

اسی طرح اُن کی دُعا اور اُن کی توجہ بھی معمولی دعاؤں اور توجہات کی طرح نہیں ہوتی بلکہ اپنے اندر ایک شدید اثر رکھتی ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ اگر قضاء مبرم اور اٹل نہ ہو اور ان کی توجہ اپنی تمام شرائط کے ساتھ اس بَلا کے دور کرنے کیلئے مصروف ہو جائے تو خُدا تعالیٰ اس بلا کو دور کر دیتا ہے گو ایک فرد واحد یا چند کس پر وہ بلا نازل ہو یا ایک مُلک پر وہ بلا نازل ہو یا ایک بادشاہ وقت پر وہ بلا نازل ہو۔ اس میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے وجُود سے فانی ہوتے ہیں اس لئے اکثر اوقات ان کے ارادہ کا خُدا تعالیٰ کے ارادہ سے توارد ہو جاتا ہے پس جب شدت سے ان کی توجہ کسی بلا کے دور کرنے کے لئے مبذول ہو جاتی ہے اور جیسا کہ درد دل کے ساتھ اقبال علی اللہ چاہئے میسر آجاتا ہے تو سنۃ الہیٰہ اسی طرح پر واقع ہے کہ خُدا اُن کی سنتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ خدا ان کی دعا کو رد نہیں کرتا۔ اور کبھی اُن کی عبُودیّت ثابت کرنے کے لئے دُعا سنی نہیں جاتی تا جاہلوں کی نظر میں خُدا کے شریک نہ ٹھہر جائیں اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ بلا وارد ہو جائے جس سے موت کے آثار ظاہر ہو جائیں تو اکثر عادت اللہ یہی ہے کہ اس بَلا میں تاخیر نہیں ہوتی اور ایسے وقت میں خُدا کے مقبولوں کا ادب یہی ہے کہ دُعا کو ترک کر دیں اور صبر سے کام لیں۔ بہتر وقت دُعا کا یہی ہے کہ ایسے وقت میں دُعا ہو جب اسباب یاس اور نومیدی بکلّی ظاہر نہ ہوں اور ایسی علامات نمودار نہ ہوں جن سے صاف طور پر نظر آتا ہو کہ اب بلا دروازہ پر ہے اور ایک طور پر اس کا نزول ہو چکا ہے کیونکہ اکثر سنت یہی ہے کہ جب خُدا تعالیٰ نے ایک عذاب کے نازل کرنے میں اپنے ارادہ کو ظاہر کر دیا تو وہ اپنے ارادہ کو واپس نہیں لیتا۔

یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دُعائیں منظور ہوتی ہیں بلکہ بڑا معجزہ ان کا استجابت دُعا ہی ہے جب ان کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدت سے بیقراری ہوتی ہے اور اس شدید بیقراری کی حالت میں وہ اپنے خُدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خُدا ان کی سنتا ہے اور اس وقت ان کا ہاتھ گویا خُدا کا ہاتھ ہوتا ہے خُدا ایک مخفی خزانہ کی طرح ہے۔ کامل مقبولوں کے ذریعہ سے وہ اپنا چہرہ دکھلاتا ہے خُدا کے نشان بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ جب اس کے مقبول ستائے جاتے ہیں اور جب حد سے زیادہ ان کو دکھ دیا جاتا ہے تو سمجھو کہ خدا کا نشان نزدیک ہے بلکہ دروازہ پر۔ کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ کوئی اپنے پیارے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کرے گا جیسا کہ خدا ان لوگوں سے کرتا ہے جو دل و جان سے اس کے ہو جاتے ہیں وہ ان کیلئے عجائب کام دکھلاتا ہے اور ایسی اپنی قوت دکھلاتا ہے کہ جیسا ایک سوتا ہوا شیر جاگ اٹھتا ہے خُدا مخفی ہے اور اس کے ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ وہ ہزاروں پردوں کے اندر ہے اور اس کا چہرہ دکھلانے والی یہی قوم ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ خیال کہ مقبولین کی ہر ایک دُعا قبول ہو جاتی ہے یہ سراسر غلط ہے۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ مقبولین کے ساتھ خُدا تعالیٰ کا دوستانہ معاملہ ہے کبھی وہ ان کی دعائیں قبول کر لیتا ہے اور کبھی وہ اپنی مشیت ان سے منوانا چاہتا ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ دوستی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بعض وقت ایک دوست اپنے دوست کی بات کو مانتا ہے اور اس کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور پھر دوسرا وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اپنی بات اس سے منوانا چاہتا ہے اسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ ایک جگہ قرآن شریف میں مومنوں کی استجابت دعا کا وعدہ کرتا ہے اور فرماتا ہے ۔ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ (40-60)۔ یعنی تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا اور دوسری جگہ اپنی نازل کردہ قضاوقدر پر خوش اور راضی رہنے کی تعلیم کرتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۔الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۔(اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سُنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے-(2-156)

پس ان دونوں آیتوں کو ایک جگہ پڑھنے سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ دعاؤں کے بارے میں کیا سُنت اللہ ہے اور ربّ اور عبد کا کیا باہمی تعلق ہے۔ (حقیقۃ الوحی ۔ صفحہ 14 تا 19)

---

11 مئی 1936ء پیغام صلح تیسری قسط

# ڈاکٹر سر اقبال اور احمدیت

## حضرت مرزا صاحب پر دعوٰی نبوت اور تکفیر المسلمین کے بے بنیاد الزامات

(مولوی غلام نبی صاحب مسلم بی۔اے)

**حضرت مرزا صاحب نے اپنے منکرین کو کافر نہیں کہا:** ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ”نبوت مرزا“ کا عقیدہ جزو احمدیت ہے۔ اور اس کے لئے اپنے پاس دلائل کا ذخیرہ رکھنے کے مدعی ہیں۔ اس دعوٰی کے جواز میں پیش کردہ دلائل پر نظر ڈالنے سے قبل میں ڈاکٹر صاحب کے بیان کی بنیاد پر ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کے سامنے احمدیت پر اعتراض کرنے کے لئے صرف وہ لٹریچر ہے۔ جو قادیانیوں نے اپنے مخصوص خیالات و عقائد کی ترجمانی کرتے ہوئے شائع کیا ہے۔ مگر وہ اس لٹریچر کے سہارے پر جماعت احمدیہ لاہور کو بھی مطعون کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہم خود قادیانیوں کی تحریرات کی عرصہ 21 سال سے تردید کر رہے ہیں۔ جس کا اقرار ڈاکٹر صاحب بھی کرتے ہیں۔ اس اقرار کے باوجود اس الزام کا عائد کرنا قابل تعجب ہے۔

**ڈاکٹر صاحب کی بنیادی غلطی:** احمدیت پر تبصرہ کرنے کے لئے ضروری تھا کہ بانی سلسلہ کی اپنی تحریرات کو سامنے رکھا جاتا۔ کیونکہ ایک صحیح ناقد کا یہی اصول ہونا چاہئے۔ بانی سلسلہ دوسروں کے خیالات اور عقائد کا ذمہ دار نہیں۔ خواہ وہ تحریرات عقیدت کیشوں کی ہوں یا معاندین کی۔ اگر ڈاکٹر صاحب اس موجودہ روش کو مبنی بر دیانت و تقوٰی تصور کرتے ہیں تو وہ سلسلہ کے متعلق ہماری تحریرات کے متعلق کیوں چشم پوشی سے کام لیتے ہیں؟ کیا یہی تعلیم اسلام ہے۔ اور یہی انصاف و عدل کا تقاضا ہے؟ حضرت مرزا صاحب کی ذات اور تعلیم پر اعتراضات کرنے تھے تو ان کی کتب کو سامنے رکھتے، دنیا کو یہ کہہ کر سنا دینا کہ چونکہ احمدیوں کی اکثریت مرزا صاحب کی نبوت کی معتقد ہے، لہٰذا مرزا صاحب یقیناً مدعی نبوت ہیں، خلاف اصول ہے۔ مسلمانوں کو ہی لیجئے۔ ان میں اکثریت ایسے اشخاص کی ہے جو عیسیٰؑ کو چرخ چہارم پر حیات تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحب، علماء اور سواداعظم کے علی الزعم آمد مسیح کو جزو مجوسیت قرار دیتے ہیں۔ نیز آپ سر سید احمد خان، محمد بن عبدالوہاب وغیرہ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ حالانکہ مطابق عقائد جمہور وہ مرتد کافر اور خارج از اسلام ہیں۔ کیا ڈاکٹر صاحب ان جمہور کی باتوں کو تسلیم کر کے ان بزرگوں پر معترض ہونے کی تکلیف گوارا کریں گے؟ مسلمانوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر بزرگان امت کے متعلق خوش اعتقادی کی بناء پر بے شمار خلاف شریعت امور رائج ہیں۔ کیا ڈاکٹر صاحب ان عقائد کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کریں گے؟ (نعوذ باللہ) عیسائیوں کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں اور وہ اس عقیدہ کو مسیح کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ سب مسلمان قائل ہیں کہ یہ عیسائیوں کا غلو ہے اور حضرت عیسیٰؑ کا دامن اس سے پاک ہے۔ پس اگر عیسائیوں کی اکثریت کا جناب مسیح کو ابن اللہ تسلیم کرنا ان کی ذات کو قابل اعتراض نہیں گردانتا تو قادیانیوں کے عقائد کے مرزا صاحب کس طرح ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟

**ڈاکٹر صاحب کا دعوٰی بلا دلیل:** ان الفاظ کے بعد میں ڈاکٹر صاحب کے اس ارشاد کو لیتا ہوں جس کو تسلیم کرنے کے بعد آپ حضرت مرزا صاحب کو خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ ”اسلام کی تعلیم مکمل اور تا ابد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے الہام کا دروازہ بند ہے جس کا انکار کرنے سے کوئی شخص کافر ہو جاتا ہے“ ڈاکٹر صاحب نے بجا فرمایا۔ ہمارا بھی یہی ایمان ہے اور اسی عقیدہ پر حضرت صاحب تمام عمر قائم رہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس اصول کے بیان کرنے کے بعد حضرت مرزا صاحب کی ایک بھی تحریر ایسی پیش نہیں کی جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ نے اپنے الہام کے منکر کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ تو کیا ایک اصول قائم کرنا اور پھر جس پر چسپاں کرنا ہو۔ اس کا دعوٰی کیئے بغیر کہہ دینا کہ ”لہٰذا وہ کافر ٹھہرا“ تقاضائے دیانت اور امانت نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے ہرگز ہرگز اس امر کا دعوٰی نہیں کیا کہ میری وحی کا منکر کافر ہے۔ بلکہ اس کی تردید آپ پر زور الفاظ میں فرماتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ان کے اپنے الفاظ درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ”ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوٰی کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔“

اس کے نیچے حاشیہ پر فرماتے ہیں: ”یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوٰی کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا“ (تریاق القلوب صفحہ 130)

۲۔ ”پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمے یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گووؤں کو کافر ٹھہرایا ہے“ (حقیقۃ الوحی صفحہ 120)

۳۔ ”میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا“ (حاشیہ حقیقت الوحی صفحہ

165)

۴ ۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے اپنے رسالہ ”المسیح الدجال“ وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگایا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایمان نہیں لائے گا۔ گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہو گا اور گو وہ ایسے ملک میں ہو گا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی، تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا۔ اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے۔ جس میں یہ لکھا ہے۔ یاد رہے کہ اس نے محض چالاکی سے جیسا کہ اس کی عادت ہے یہ افتراء میرے پر کیا ہے۔ یہ تو ایسا امر ہے کہ بہ بداہت کوئی عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی“(حقیقۃ الوحی صفحہ 178)

۶ ۔ سوال ہوا کہ غیر احمدی آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں۔ لیکن آپ نہ کہیں تو کیا ہرج ہے۔ الجواب فرمایا جو ہمیں کافر نہیں کہتا۔ ہم اسے ہر گز ہر گز کافر نہیں سمجھتے“(آخری تقریر لاہور)

**ڈاکٹر صاحب کی اپنی شہادت:** اس کی تائید میں ڈاکٹر صاحب کی اپنی ناقابل تردید شہادت موجود ہے۔ 1934ء موسم سرما میں جب حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ڈاکٹر صاحب کی عیادت کے لئے گئے تو ڈاکٹر صاحب نے خود حضرت مرزا صاحب کے متعلق آپ سے گفتگو کی۔ جس کا خلاصہ مولانا موصوف کے الفاظ میں یہ ہے اور جس کی تصدیق ڈاکٹر صاحب نے حال ہی میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کے نام ایک خط میں کی۔

”ایک دفعہ جناب میرزا صاحب سیالکوٹ گئے ان ایام میں میاں (سر فضل حسین صاحب) وہیں کام کرتے تھے۔ ایک دن ڈاکٹر صاحب کہیں جا رہے تھے تو اتفاق سے راستے میں میاں صاحب سے ان کی ملاقات ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کدھر جا رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں مرزا صاحب کی طرف جا رہا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ جب ہم آپ کے پاس پہنچے تو اثنائے گفتگو میں میاں صاحب نے جناب مرزا صاحب سے سوال کیا کہ کیا آپ اپنے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ تو آپ نے صاف الفاظ میں جواب دیا کہ ”میں اپنے منکر کو کافر نہیں کہتا“۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ جناب مرزا صاحب کے یہ الفاظ مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے یہ بھی فرمایا کہ البتہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ واقعہ کس سال کا ہے۔ لیکن اتنا یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ میاں فضل حسین ان دنوں وہاں پریکٹس کرتے تھے۔ سو اس کے متعلق صرف اتنا بیان کر دینا ضروری ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے سیالکوٹ تشریف لے جانے کا واقعہ 1904ء کی ہے۔“

کاش! ڈاکٹر صاحب تقویٰ سے کام لیتے اور حضرت مجدد کی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی رائے قائم کرتے۔ اور جب وہ خود مرزا صاحب کی رائے سے واقف تھے۔ جس کے منکر وہ اب بھی نہیں۔ تو پھر کس اصول پر انہوں نے حضرت مرزا صاحب پر تکفیر کا فتویٰ لگانے کی افسوسناک جرات کی ہے۔ میں تمام انصاف پسند، پاک طینت مسلمانوں سے عرض کرتا ہوں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی ذات کو درمیان سے علیحدہ کر کے بتائیں کہ آیا مذکورہ بالا عبارت کا قائل ڈاکٹر اقبال کی پیش کردہ شرط کے مطابق دائرہ اسلام سے خارج ہے؟ دوستو! دنیا چند روزہ ہے۔ آخر خدا کے حضور جانا ہے۔ اس لئے عقل و انصاف سے کام لو۔

**ایک غلطی کا ازالہ:** ڈاکٹر صاحب کی تمام تحریر میں ایک بات واضح ہے کہ آپ مسلمانوں کے سیاسی و مادی غلبہ کے لئے مضطرب ہیں۔ اس بناء پر وہ احمدیت کا سیاسی رنگ میں مقابلہ کرنے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ روحانی ترقی اور روحانیت کا احیاء ان کے نزدیک ترقی کے منافی ہے۔ اور مسلمانوں کی بربادی کا باعث ان کے نزدیک وہ ہستیاں ہوئی ہیں جو کہ مقام روحانیت پر فائز ہونے کی دعویدار رہی ہیں۔ اس جگہ ایک خطرناک غلطی کا ازالہ ضروری ہے۔ اسلامی تعلیم سے بے بہرہ انسان کا انتہائے زندگی مادی غلبہ کا حصول ہے۔ اس کے نزدیک کامیابی یہی ہوتی ہے کہ اپنی حکومت ہو، رعب ہو، خواہ اس میں اخلاق اور اسلامی تعلیمات کا کوئی عنصر موجود نہ ہو۔ مگر اسلام کے مقصد سے باخبر مسلمان، اخلاق عالیہ، صفات ستودہ کا قائل ہے۔ اس کا مقصد حیات روح کی پاکیزگی اور تعلق اللہ ہے۔ احکام الٰہی کی پیروی اس کی روح کی غذا ہے۔ اس کے پیش نظر یہ غلبہ نہیں ہوتا۔ گو اللہ تعالیٰ اس کی ذاتی صلاحیت کے پیش نظر اسے یہ غلبہ عطا فرماتا ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب نے جو اعتراض قرون وسطی کے صوفی منش بزرگوں (مثلاً سید عبدالقادر جیلانی، بایزید بسطامی، فرید الدین عطاء، شیخ سعدی، شبلی، منصور، امام غزالی اور مجدد سرہندی رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ پر کیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے جذبہ عمل مفقود کرنے کا باعث ہوئے ہیں۔ مگر ایک حامی اسلام ان کے وجودوں کو نعمت غیر مترقبہ سمجھے گا۔ مادی غلبہ جو انسان کو احکام اسلامی کا پابند نہ رہنے دے۔ وہ ایک لعنت ہے۔ جب کبھی مسلمانوں پر ایسی حالت آئی تو انہوں نے اسلام کی دل کھول کر تخریب کی۔ اور اپنی اس طاقت کے بل بوتے پر حضرت مجدد الف ثانی، امام غزالی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد حنبل، امام بخاری، غرضیکہ تمام آئمہ اسلام کو تختہ مشق ستم و جور بنایا۔ جس میں ملانوں کی بدباطنیوں نے حقیقی اسلام کی پاکیزہ تعلیم کو عقائد فاسدہ کے سیاہ پردے میں مستور کر دیا۔ ہمارا ایمان ہے کہ اگر یہ مبارک وجود نہ ہوتے تو اسلام کا نام، جو آج تک زندہ چلا آرہا ہے، مٹ چکا ہوتا۔ اور اب ہمیں فخر ہے کہ ان مردان خدا کی اولوالعزمیوں اور صبر و استقلال کی طفیل ہم میں حقیقی اسلام کی تعلیم موجود ہے اور ان کی بدولت کروڑ در کروڑ کلمہ گو موجود ہیں۔ ورنہ سلاطین اور ارباب اقتدار نے تو اسلام سے غداری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو اسی مادی طاقت کا احیاء مبارک۔ اور ہمیں ان مبارک موجود کی پیروی۔

(جاری ہے)

# اصلاح رسوم

## جماعت احمدیہ لاہور کا آئندہ دستور العمل

تقریر حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ ۳ مئی ۱۹۲۹ء

آپ نے سورۂ یٰسین کا پہلا رکوع پڑھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو جب منظور ہوا کہ وہ ملک عرب کی مردہ قوم کو دنیا کی اصلاح کے لئے زندہ کرے تو اُس نے اپنے رسول کو بھیجا۔ جس نے نہ صرف ان اعتقادات کو ہی درست کیا اور نہ صرف اعمال کی ہی اصلاح کی بلکہ ان کے گھروں کے اندر جو رسم و رواج مدتوں سے چلے آتے تھے ان کی بھی اصلاح کر دی۔ پرانی سوسائٹی کی جگہ ایک نئی قوم کھڑی کر دی اور پرانے رسوم ورواج کی بجائے نئے حالات پیدا کر دئے۔ آپ دیکھیں گے کہ بعض اوقات قرآن مجید کے اندر بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان رسوم کا تعلق شرک کے ساتھ تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف توحید ہی کو قائم کرنا ضروری نہ سمجھا بلکہ وہ تمام امور اور وہ تمام رسم ورواج، جو شرک سے تعلق رکھتی تھیں، ان کی بھی بیخ کنی کر دی اسی لئے قرآن مجید کے اندر اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے۔

**بُری رسم کی جگہ نیک عادات:** غور کرو تو یہ چھوٹی چھوٹی باتیں قوم کے احیاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ سورہ یٰسین کی آیات پر غور کرو انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا فھی الی الاذقان فہم مقمحون (8:36) ان کی گردنوں کے اندر طوق ڈالے گئے ہیں وہ طوق ٹھوڑیوں تک پہنچ گئے ہیں۔ پس وہ اُوپر کے اُوپر ہی اُٹھے رہ جاتے ہیں۔ جانتے ہو وہ اغلال کیا ہیں۔ وہ رسم ورواج کی زنجیریں ہیں جو ان کو حق کی اتباع سے روکتی ہیں۔ غرض اصلاح رسوم بڑا بھاری مقصد تھا اسلام کا۔ اور اس معاملہ میں عظیم الشان اصلاح اسلام نے کی۔ اور محض اصلاح ہی نہیں بلکہ ہر ایک بری رسم کی جگہ ایک نیک عادت اُن کے اندر ڈال دی۔

**قومی عادات اور رسم ورواج:** یہ رسم ورواج کیا ہے۔ جو فرداً فرداً ان تمام لوگوں کے اندر عادات ہوتی ہیں وہی اس قوم کی رسم ورواج کہلاتی ہیں۔ عادت کے کیا معنی ہیں؟ عود کرنے والی چیز۔ ایک بچے کو کھیلنے کا شوق زیادہ ہے۔ وہ بار بار اُس کی طرف جاتا ہے۔ یہ اُس کی عادت ہے۔ فوراً کھیل کی طرف اُس کی طبیعت جائے گی۔ اسی طرح ہماری قومی عادات ہوتی ہیں۔ جب موقعہ آتا ہے، جو چیزیں ہماری قومی عادات میں داخل ہو چکی ہیں، وہ اس بچے کی طرح، جو بار بار کھیل کی طرف جاتا ہے، انسان کو مجبور کر کے اس طرف لے جاتی ہیں۔

**ہماری رسم ورواج:** فی الحقیقت آج کل جس قدر رسم ورواج مسلمانوں کے اندر پائے جاتے ہیں ان سب میں اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں پیدائش کے موقعہ پر، ختنہ پر، پھر منگنی اور بیاہ اور پھر موت پر بہت سی رسوم عمل میں لائی جاتی ہیں۔ ان رسوم نے ہماری قوم کی اقتصادی حالت کو تباہ کر دیا ہے۔ قوم کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی علاج نہیں کہ سب سے پہلے رسم ورواج کی اصلاح کی جائے۔

**ہندوؤں کی غلامی:** رسم ورواج کی ایک بیماری ہے جو ہماری قوم کو کھائے جاتی ہے۔ اگر آج مسلمان قوم ان تباہ کن رسم و رواج کو چھوڑ دے تو یقیناً ہندوؤں کی غلامی سے 3/4 حصہ سے زیادہ گردنیں آزاد ہو جاتی ہیں۔ جس غلامی پر آج کل مسلمان رو رہے ہیں وہ دن بدن مضبوط ہو رہی ہے۔ اس کا بڑا حصہ رسم ورواج سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ان کے اندر اصلاح درحقیقت ایک بڑی بھاری اصلاح ہے۔ اگر اس اصلاح کی طرف آپ توجہ کریں گے تو بہت بڑا کام خدمت قوم کا آپ سر انجام دیں گے۔ مسلمانوں کی بحیثیت قوم یہ حالت ہے کہ غریب ہیں اور سخت نادار ہیں۔ راس المال اُن کے پاس نہیں۔ دفتروں میں دیکھو۔ آفیسر ہندو ہیں اور ماتحت مسلمان۔ اور اس پر مصیبت یہ کہ جو تھوڑا بہت وہ کماتے ہیں وہ کچھ تو کھانے پینے اور کپڑوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا بڑا حصہ برباد ہو جاتا ہے اور وہ کہاں برباد ہوتا ہے۔ برادری کے رسم ورواج پر!

**عزت اور ناک:** اگر ان رسم ورواج کو ادا نہ کیا جائے تو ناک کٹتی ہے۔ عزت پر بٹہ لگتا ہے۔ یہ خیال عزت کا ایسا ہوتا ہے کہ انسان سے بڑے بڑے کام کروا دیتا ہے۔ جس شخص کو عزت کا خیال ہو اُسے جان اور مال کی پروا نہیں ہوتی۔ وہ ان چیزوں کے مقابلہ میں عزت کو قائم رکھنا ضروری سمجھتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم اپنی عزت کو ملحوظ نہ رکھو۔ مگر جس چیز کو آپ نے اپنی عزت سمجھ رکھا ہے، فی الحقیقت وہ عزت نہیں۔

**حقیقی برادری:** یہ آپ کی برادری جو پانچ دس قبیلوں پر مشتمل ہو گی ایک چھوٹا سا دائرہ ہے۔ اور تمہاری حقیقی برادری وہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے اندر پیدا کی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ برادری کے اندر تمہاری عزت ہو تو اصل برادری وہ سمجھو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے اندر قائم کی۔ وہ ہمارا روحانی باپ ہے۔ جس نے ہمیں نیکیوں کا راستہ دکھایا۔ اور اصل زندگی ہم کو دی۔ اپنے آباو اجداد سے ہم نے جسمانی زندگی لی۔ روحانی زندگی جس پر ہمیں فخر ہے ہم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لی۔ اس لئے حقیقی برادری وہی ہے جو محمد رسول اللہ نے قائم کی۔ اس لئے کسی کام کو کرتے وقت خواہ وہ بیاہ کا وقت ہو یا موت کا ہمارے حقیقی باپ کا، حکم اور آپؐ کے عمل ہمارے سامنے رہنے چاہئیں۔ اگر اپنی عزت چاہتے ہو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے در سے عزت تلاش کرو۔ حقیقی عزت اس مقدس انسان کی اتباع سے وابستہ ہے جو تمام دنیا کے لئے شفیع بن کر آیا۔

**اموال کی حفاظت:** اپنے اموال اور ان اموال کو جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اموالکم التی جعل اللہ لکم قیما (5:4) اُن کو برباد نہ کرو جائز اور واجب طریقوں پر مال کے خرچ کرنے کو قرآن شریف نے اعلیٰ درجہ کی نیکیوں میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ جہاں عباد الرحمن کا ذکر فرمایا ہے اور ان

کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ وہاں مال کے خرچ کے متعلق بھی فرمایا ہے والذین اذآ انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما (67:25) عباد الرحمن وہ ہیں کہ جب وہ اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں اسراف نہیں کرتے۔ اسراف کے معنی ہیں بے جا خرچ کرنا۔ اگر ایک شخص اپنے مال کو بے جا طور پر خرچ کرتا ہے وہ اسراف کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عباد الرحمن کی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ بخل بھی نہیں کرتے۔ یعنی جہاں خرچ کرنا ہوتا ہے وہاں خرچ کرنے سے نہیں چوکتے۔ اور جو شخص مناسب جگہ پر مال خرچ نہیں کرتا وہ بخیل ہے۔ پس اگر اپنے آپ کو عباد الرحمن بنانا چاہتے ہو تو خرچ کرو لیکن بے جا خرچ مت کرو۔ اور جب خرچ کرنے کا موقعہ آئے تو ایک کوڑی بھی نہ بچاؤ۔

**ہمارا نصب العین:** رسم و رواج کی اصلاح کا خیال مدت سے اُٹھا ہوا تھا۔ حالات نے اس خیال کو کچھ قوت دی ہے۔ بعض برادریوں میں اسلام کی طرف قدم اُٹھایا جا رہا ہے۔ ایک قوم جو دنیا کے اندر اسلام کے پھیلانے کے لئے اُٹھی ہے، کیا اس کا فرض نہیں کہ وہ رسم و رواج کی بیڑیوں سے قوم کی گردنیں آزاد کر دے۔ دیکھو یہاں مختلف اقوام کے لوگ موجود ہیں۔ کوئی پٹھان ہے اور کوئی سید۔ کوئی کچھ اور کوئی کچھ۔ لیکن سب ایک برادری میں ہیں۔ یہ برادری کیوں بنائی گئی ہے۔ یہ اس لئے بنائی گئی ہے کہ خدا کا نام دنیا میں پھیلائے۔ یہ برادری، جو صداقت کی اشاعت کے لئے بنی ہے، آج سے اپنے دل میں عہد کر لے کہ وہ ایک اچھی رسم اور ایک نیک رواج کو دنیا کے اندر جاری کرے گی۔

**ہمارا آئندہ دستور العمل:** اس مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے چند ماہ ہوئے یہاں لاہور کے دوستوں کا ایک اجتماع ہوا تھا۔ اور اس میں بہت سی بحث و تمحیص کے بعد چند امور اپنے اوپر لازم کر لئے گئے تھے۔ جو اخبار پیغام صلح میں شائع بھی ہو گئے تھے۔ ان تمام رسوم کو پیدائش سے لے کر موت تک گنا گیا ہے۔ اور میں نمبروار ہر ایک بات کو پڑھ دیتا ہوں۔ آپ بھی دیکھ لیں۔ اور جو بات پیش کرنی ہو پیش کر لیں۔ اس پر بحث کر لیں۔ پھر اس کے بعد ہماری ساری قوم کے لوگ ان باتوں کا اپنے آپ کو ایسا ہی پابند سمجھیں جس طرح وہ اپنے آپ کو برادری کا پابند سمجھتے تھے۔

**پیدائش کی رسم:** پہلا امر جو ہم نے اپنے اوپر فرض کیا ہے وہ یہ کہ پیدائش سے پہلے اور پیدائش کے بعد برادری کی بھاجی، برادری میں مٹھائی کی تقسیم اور برادری کو کھانا کھلانا، یہ سب رسوم بند کی جائیں۔ پیدائش سے، یعنی ابھی بچہ پیدا ہوا بھی نہیں، فضول رسوم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر پیدائش پر اور پیدائش کے بعد بہت سی تباہ کن رسمیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ کھانے اور مٹھائیاں بڑے بڑے طشتوں میں لگا کر ہر گھر میں بھیجی جاتی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ بھلا اس میں کیا فائدہ؟ جس کے گھر وہ مٹھائی یا کھانے پہنچتے ہیں اس کو کس قدر فائدہ پہنچ گیا۔ لیکن جس غریب نے یہ تقسیم کی اس کے سینکڑوں روپوں پر پانی پھر گیا!

**باجہ:** اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ باجے، ڈوم اور مراثی پر جو اسراف

## حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
## اور
## عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

1. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان
2. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ: ”اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا“، ”جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“، ”میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔“
3. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہو گا۔
4. بمطابق فرمان نبوی حضرت ﷺ کے بعد مجددین آئیں گے۔ اِس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء
5. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
6. ہر ایک شخص جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ وہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔
7. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوٰی مجدد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہر گز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ”اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعوٰی کرتا ہے۔“

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

عمل میں لایا جاتا ہے اُس کو روکا جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارا کس قدر روپیہ ان باجوں اور ڈوموں کی نذر ہو جاتا ہے۔ چاہئے کہ ہم اپنے لوگوں کو اپنی سوسائٹی کا ایک مفید اور کارکن ممبر بنائیں۔

**عقیقہ:** عقیقہ ذی استطاعت احباب کریں۔ یہ ضروری نہیں کہ قرض لے کر کیا جائے۔ محض گوشت تقسیم کر دیا جائے۔ رشتہ داروں، دوستوں اور مساکین کے درمیان دعوت کی صورت میں کھانا نہ دیا جائے۔

ختنہ: ختنہ کے موقع پر کسی دعوت یا کسی دوسری رسم پر روپیہ برباد نہ کیا جائے۔ دعوتیں کرنا دوستوں اور رشتہ داروں کو جمع کرنا یہ باتیں بربادی کا موجب ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ امیر لوگ کیوں نہ کریں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ جب ایک عادت پڑ جاتی ہے تو پھر غریب بھی تکلیف اُٹھا کر کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں کئی ایک ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بعض نے اپنا سب کچھ بیچ کر ختنے پر لگا دیا۔ اپنے عزیز بھائیوں کی خاطر اس فضولی کو چھوڑ دو۔ تمہارے پاس اگر زیادہ روپیہ ہے تو قوم کے تعمیری کام پر خرچ کرو۔ اشاعت اسلام پر خرچ کرو۔ دیگیں پکا پکا کر لوگوں کو کھانا کھلانا یہ رواج سخت تباہ کن ہیں۔ دیکھو ایک تمہاری فیاضی ایسی ہے کہ جس سے تمہارا روپیہ برباد ہو جاتا ہے اور تم خود تباہ ہو جاتے ہو۔ لیکن دوسری فیاضی ایسی ہے کہ روپیہ ایک مفید کام میں صرف ہوتا ہے۔ اگر تم اپنے کاموں کو انجمن کے سپرد کر دو تو وہ موقعہ اور محل پر صرف ہوں گے۔ وہ لوگ جن کو تم کھانا کھلاتے ہو ان کو شاید تمہارے پلاؤ کی ضرورت بھی نہیں۔ وہ پھر بھی اپنا پیٹ بھر لیتے۔ اگر تم اپنی فیاضی کی منظم صورت اختیار کرو گے تو ایک غریب بھائی کو مرنے سے بچاؤ گے جس کے زندہ رہنے کی کوئی صورت نہیں۔

**بسم اللہ کی رسم:** بسم اللہ اور آمین پر کوئی رسم عمل میں نہ لائی جائے۔ نہ شیرینی تقسیم کی جائے اور نہ دعوت دی جائے۔ عام طور پر رواج ہے کہ لڑکے یا لڑکی کی بسم اللہ پر مٹھائیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ آمین پر بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ جس کانفرنس میں یہ امور طے ہوئے تھے اس میں بعض دوستوں نے کہا تھا کہ اگر ان کو رہنے دیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔ لیکن کثرت رائے یہ تھی کہ یہ بھی لوگوں کے اندر رسم بن گئی ہے۔ اس لئے اس کا انسداد بھی ضروری ہے۔ اس لئے اس موقع پر بھی کوئی دعوت نہ دی جائے اور شیرینی وغیرہ تقسیم نہ کی جائے۔

**منگنی کی رسم:** منگنی کے موقع پر صرف لڑکی اور لڑکے کے لئے مختصر تحائف کا تبادلہ عمل میں لایا جائے۔ باقی تمام برباد کن رسوم کو ترک کیا جائے۔ منگنی اور شادی کے درمیانی عرصہ میں تہواروں پر کچھ صرف نہ کیا جائے۔

**شادی کی برات:** شادی، جس کو دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کی بربادی کہنا چاہئے، اس کے متعلق فیصلہ ہوا تھا کہ برات مختصر ہونی چاہئے۔ براتیوں کی تعداد پچاس سے متجاوز نہ ہو۔ برات جس قدر مختصر ہوگی قابل تعریف ہوگا۔ برات کا بڑا ہونا اب عزت کا نشان نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا مختصر ہونا ہی عزت کا موجب سمجھا جائے گا۔

**ولیمہ:** ولیمہ کی دعوت پر بڑا اسراف ہوتا ہے۔ بے شمار آدمیوں کو دعوتوں کے رُقعے بھیجے جاتے ہیں۔ اور کس قدر روپیہ برباد کیا جاتا ہے حتی الامکان اس میں کفایت اور اقتصاد سے کام لینا چاہئے۔ اور یہی امر مسنون ہے۔ جب رسول کریم صلعم نے حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا تو دعوت ولیمہ کے لئے حضرت نے فرمایا کہ اپنے اپنے گھر سے کھانا لے آؤ۔ میں کہتا ہوں کہ کبھی اس مسنون طریق کو بھی عمل میں لاؤ۔ کبھی ایسا بھی کرو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اس سے تمہاری عزت ہوگی ذلت نہیں ہوگی۔ ولیمہ کے متعلق ہماری قرار داد یہ تھی کہ دعوت ولیمہ پر اپنی ایک ماہ کی آمد سے زیادہ نہ خرچ کیا جائے۔

**حق مہر:** حق مہر کے متعلق فیصلہ ہوا تھا کہ یہ فرضی اور نمود کے طور پر نہ ہو۔ استطاعت کے موافق اور دینے کی نیت سے مقرر کیا جائے۔ مہر وہ ہونا چاہئے کہ لڑکا اپنی کمائی سے دے۔ یہ جو پچھلے دنوں بچپن کی شادی کا قصہ چھڑا تھا۔ اس کے متعلق جو کچھ بھی معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام بچپن کی شادی کے خلاف ہے۔ جب لڑکا کمانے کے قابل ہو تو شادی کرنی چاہئے۔ فرضی مہر ہزاروں روپے کا باندھ دینا ٹھیک نہیں۔ اس کے علاوہ یہ جو خیال ہے کہ کوئی شرعی مہر ہوتا ہے۔ وہ کوئی چیز نہیں۔ اگر لڑکے کی استطاعت ہے کہ وہ ہزارہا دے سکتا ہے تو دے۔ اُس کی استطاعت سے بڑھ کر نہ ہو۔ باپ کی استطاعت کا اس میں کوئی سوال نہیں۔ مہر لڑکے کی استطاعت کے مطابق ہونا چاہئے۔

**موت کے بعد کی رسوم:** موت پر کوئی رسم نہیں ہوگی۔ قل، دسویں، چالیسویں وغیرہ سب ترک کئے جائیں۔ یہ سب غیر مسنون ہوتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ موت کے موقع پر فوج در فوج لوگ آ اکٹھے ہوتے ہیں۔ جس قدر فکر پیٹ کا ہوتا ہے اس قدر مرنے والے کا غم نہیں ہوتا۔

**نیک رواج قائم کرو:** میری یہ نصیحت ہے کہ دنیا کے اندر اچھے کاموں اور اچھے رواج ڈالنے کی کوشش کرو۔ شادی کے اخراجات پر، جو خواہ جہیز کی صورت میں ہوں یا دعوتوں کی شکل میں، 5 فیصد انجمن کو اشاعت اسلام کے لئے آپ نے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ نیا رواج ہے جو ہماری برادری نے قائم کیا ہے۔ اس طرح سے تم ایک نیک سنت کی بنیاد ڈالو گے۔ جس کا ثواب تم کو ملتا رہے گا۔ من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا۔ و اجر من عملہ۔ آج آپ جس طریق کا روج ڈالیں گے اس کے مطابق آئندہ لوگ عمل کر سکیں گے۔ اس کا اجر بھی آپ کو ملے گا۔

**احمدیت اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا نام ہے۔**